اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزشتہ چند برسوں میں "انتفاضہ" کے تسلسل، سابق سوویت یونین کی ٹوٹ پھوٹ اور خلیجی جنگ نے مشرقِ وسطیٰ کی سیاست کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ فلسطینی بچوں، خواتین اور نہتے نوجوانوں پر اسرائیلی سیکورٹی فورسز کے مسلسل مظالم نے مغربی دُنیا کے ایک بڑے طبقے کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ انسانی حقوق کے تحفظ کا دعویٰ کرنے کے باوجود مغربی حکومتیں کیوں اسرائیل کی یرغمال بنی ہوئی ہیں؟ "غزہ کی پٹی" اور "مغربی کنارے" میں انسانی حقوق کیوں پامال ہیں؟ اس سوچ کا اظہار ذرائع ابلاغ کے ساتھ ساتھ حکومتوں کی سطح پر کبھی کبھار سامنے آتا رہا ہے۔ اس صورتِ حال نے جہاں اسرائیلی رہنماؤں کو اپنی پالیسیوں میں لچک پیدا کرنے پر مجبور کیا، وہیں سابق سوویت یونین کے زوال سے تنظیم آزادیٔ فلسطین کی سیکولر اور لبرل قیادت اپنے ایک بڑے حلیف سے محروم ہو گئی ہے۔ اس پر مستزاد خلیجی جنگ نے اس کے مالی وسائل کو سیکڑ کر رکھ دیا ہے اور "حماس" جیسی ابھرتی ہوئی تنظیموں کی صورت میں جناب یاسر عرفات کی قیادت کو سخت چیلنج درپیش ہے۔ جناب یاسر عرفات بھی ان حالات میں اسرائیل سے معاملات طے کرنے کے علاوہ کوئی متبادل راستہ نہ دیکھ سکے اور یوں "نئے عالمی نظام" کے تشکیل کنندہ امریکہ کو آگے بڑھنے کے مواقع میسّر آ گئے۔ اسرائیل اور تنظیم آزادیٔ فلسطین کے درمیان خفیہ مذاکرات کی داغ بیل ڈالی گئی جو آخر کار ایک معاہدے پر منتج ہوئے۔ ابھی یہ بات واضح نہیں کہ معاہدے کے نفاذ میں اسرائیلی حکومت اور اس کی شدّت پسند اور ہٹ دھرم آبادی کی طرف سے کتنی تاخیر ہو گی اور مظلوم فلسطینیوں کو ابھی کتنی مزید قربانیاں دینا پڑیں گی۔

تنظیم آزادیٔ فلسطین اور اسرائیل کے معاہدے پر ابھی ردِ عمل جاری تھا کہ ۳۰ دسمبر ۱۹۹۳ء کو یہ خبر شائع ہوئی کہ ویٹیکن نے اسرائیل کے بارے میں اپنا ۴۵ سالہ نقطۂ نظر تبدیل کرتے ہوئے اس کے ساتھ سفارتی روابط استوار کرنے کے لیے ایک "بنیادی معاہدے" پر دستخط کر دیے ہیں۔ بتایا گیا کہ یہ پندرہ نکاتی معاہدہ "ویٹیکن - اسرائیل مشترکہ کمیشن" کے ۱۸ ماہ پر محیط مذاکرات کا نتیجہ ہے۔ معاہدے میں بیت المقدس کا سرے سے ذکر نہیں کیا گیا۔ بعد میں اس کی توجیہ یہ کی گئی کہ ویٹیکن تو بیت المقدس کے بارے میں اپنے اِس نقطۂ نظر کو معاہدے میں شامل دیکھنا چاہتا تھا کہ مقدّس شہر کے بارے میں عالمی سطح پر ایک طے شدہ چارٹر ہونا چاہیے، مگر جب اسرائیل نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا تو ویٹیکن نے معاہدے میں سرے سے بیت المقدس کا ذکر ہی مناسب خیال نہ کیا۔

ویٹیکن - اسرائیل معاہدہ کے مطابق سالِ رواں کے وسط میں فریقین کے درمیان سفیروں کا تبادلہ کرلیا جائے گا (اور شاید اس سے پہلے) پوپ جان پال دوم لبنان کا دورہ کریں گے اور یہ سب کچھ پوپ کے دورۂ بیت المقدس کا "ابتدائیہ" ہوگا۔

ویٹیکن - اسرائیل معاہدہ پر "تنظیم آزادیٔ فلسطین" کی طرف سے کسی مخاصمانہ تبصرے کا امکان نہیں تھا، تاہم "عرب لیگ" کے سیکرٹری جنرل نے فاروق قدومی سے ملاقات کے بعد اپنے بیان میں کہا کہ "عرب لیگ" کو تشویش ہے کہ ویٹیکن نے بیت المقدس پر اسرائیل کی حاکمیت تسلیم کرلی ہے۔ حالانکہ ماضی میں ویٹیکن نے ہمیشہ اقوام متحدہ کی قرارداد کی تائید کی ہے جس کے مطابق بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ درست نہیں۔ شام اور ایران کے ذرائع ابلاغ نے ویٹیکن - اسرائیل معاہدہ پر سخت تنقید کی ہے۔ ریڈیو ایران کے الفاظ میں یہ معاہدہ "اُن شعائر کے خلاف ہے جن کے نمائندہ پوپ ہیں۔" اسی طرح اردن کے "اسلامک ایکشن فرنٹ" نے (جسے پارلیمنٹ کے ایوانِ زیریں میں ۸۰ میں سے ۱۶ نشستیں حاصل ہیں۔) "ویٹیکن کی طرف سے اسرائیل کے تسلیم کرلینے کو صیہونی بالادستی کے ساتھ اتفاق" قرار دیا ہے۔ لبنان کے وزیر خارجہ نے کہا کہ "ہمارے لیے یہ امر قابلِ ترجیح ہوتا کہ امن مذاکرات میں طے شدہ معاملات پر اسرائیل پہلے عمل کرلیتا اور پھر ویٹیکن کی جانب سے اسرائیل کو تسلیم کرلینے کا اعلان ہوتا۔"

ویٹیکن - اسرائیل معاہدہ پر ردِ عمل کے دوران میں یہ حقیقت سامنے آئی کہ جس طرح تنظیم آزادیٔ فلسطین اور اسرائیل طویل عرصے سے خفیہ روابط اور مذاکرات میں مشغول رہے ہیں، اسی طرح "ویٹیکن - اسرائیل مشترکہ کمیشن" کی کھلی بات چیت کے متوازی ویٹیکن، اوسلو میں اسرائیل کے ساتھ خفیہ مذاکرات میں مشغول رہا ہے۔ ان مذاکرات کے لیے ویٹیکن نے ۳۹ سالہ فادر ڈیوڈ یاغر کی خدمات حاصل کیں۔ فادر یاغر تل ابیب میں ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئے تھے اور بعد ازاں کیتھولک برادری میں شامل ہوئے۔ ان دنوں وہ آسٹن (ٹیکساس) میں کلیسیائی ٹربیونل کے صدر ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اسرائیل - ویٹیکن مذاکرات میں پہل ویٹیکن کی جانب سے ہوئی تھی۔ ان حقائق سے واضح ہے کہ بیت المقدس کا ذکر معاہدے میں کیوں نہ آسکا۔

اگرچہ فلسطین سے مسیحی آبادی کا ایک بڑا حصہ نقلِ مکانی کرکے مغربی دُنیا یا آسٹریلیا میں آباد ہو چکا ہے اور جو باقی ہے، اس کے نمایاں لوگ تنظیم آزادیٔ فلسطین کو اپنے قریب پاتے ہیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف ایڈورڈ سعید اور حنان اشراوی (جو امن مذاکرات میں تنظیم آزادیٔ فلسطین کی ترجمان رہی ہیں) کی سیاسی وابستگیاں واضح ہیں۔ شاید اس خدشے نے کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین اور اسرائیل کے معاہدے سے مسیحی برادری تنظیم آزادیٔ فلسطین ہی کی طرف دیکھتی رہے اور ویٹیکن کی کوئی اہمیت نہ رہے، آخرالذکر کو جلدی جلدی اسرائیل سے معاہدہ کرنے پر آمادہ کردیا اور وہ اپنی سابقہ پالیسیوں پر قائم نہ رہ سکا۔